قرآنی سیرت نگاری کے اصول: تجزیاتی مطالعہ

The Foundations of Qur'anic Sīrah Writing: An Analytical Study

ASIFA ASLAM
PhD Scholar, Department Of Islamic Studies, Government College University, Faisalabad
asifakiran7@gmail.com
Prof. Dr. GHULAM SHAMS-UR-REHMAN
Chairman, Department of Interfaith Studies, Allama Iqbal Open University, Islamabad

ABSTRACT

The early Sīrah-writings had been recorded in the history chronicle and hadith literature but gradually it developed as an independent discipline to illustrate the various aspects of the life of the Holy Prophet Muhammad (peace be upon) him. However, an idiosyncratic shift has been observed in the writing and interpretation of the Sīrah during the last two centuries where the events of Sīrah were studied and interpreted under various trends by applying multiple methods to respond to the present challenges posed by the Orientalist or under the internal criticism on non-authentic reports recorded in historical sources. Thus, a valuable plethora of Sīrah literature has been compiled. A desire to record an authentic biography led the Sīrah-writers to present all aspects of the prophetic life as recorded in the Qur'an or at least according to the Qur'anic injunctions. Thus, the trend of Qur'anic Sīrah-writing emerged and prominent scholars attempted to illustrate the life of the Holy Prophet as depicted in the Qur'an without explicitly devising the foundations and methodology of this discipline. The present study aims to explore the foundations of the Qur'anic Sīrah-Writing through carefully reading the literature produced by the eminent scholars of the field.

Keywords: Muslim Historiography, Sīrah-writings, Modern trends of Sīrah-writing, Qur'an, Foundations of the Qur'anic Sīrah-Writing.

علومِ اسلامیہ کے تاریخی، تحقیقی وتجزیاتی مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ جہاں دیگر اسلامی علوم وفنون کی ابتداء صدر اوّل میں ہوئی وہیں سیرت نگاری کی ابتداء بھی صدر اوّل میں ہوئی۔ جس میں مسلسل ارتقاء ہوتا رہا اور مطالعہ سیرت کے متنوع اسالیب و رجحانات منظرِ عام پر آئے۔ تاہم بیسویں صدی میں مختلف جغرافیائی، سیاسی، معاشی، معاشرتی اور علمی تبدیلیوں کے باعث سیرت نگاری کے متنوع اسالیب اور رُجحانات میں اضافہ ہوا۔ ان میں سے ایک قرآنی سیرت نگاری کا رُجحان یا سیرت قرآنیہ کا رُجحان ہے۔ عصرِ حاضر میں علم سیرت ایک وسیع علم ہے۔ جس کی متعدد انواع ہیں جن کی بناء پر اس کے اصولوں کے تعین میں فرق اور تنوع ایک فطری امر ہے۔ قرآنی سیرت نگاری جو کہ سیرت نگاری کے مستقل رجحان کا درجہ اختیار کر گئی ہے۔ مگر یہ امر ابھی تک تحقیق طلب ہے کہ سیرت قرآنیہ کی تشکیل وتدوین میں کن اصولوں کو مد نظر رکھا جائے چنانچہ اس مقالہ میں

سیرت قرآنیہ کے اصول متعین کرنے کی کاوش کی گئی ہے اور اس سلسلے میں قدیم و جدید ادبِ سیرت، قرآنی ادبِ سیرت، ادبِ حدیث، ادبِ تفسیر اور دیگر اسلامی علوم کی کتب سے استفادہ کیا گیا ہے اور مواد کے جائزے کے لیے تجزیاتی طریقے کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ مقالہ ہذا کا تعلق چونکہ قرآنی سیرت نگاری سے ہے۔ اس لیے بحث کا دائرہ صرف سیرت قرآنیہ کے اصولوں تک محدود رکھا جائے گا۔

ا۔ قرآنی سیرت نگاری: تعارف:

قرآن کو بطور ماخذ اوّلیت و اہمیت حاصل ہونے کے باوجود یہ بھی حقیقت ہے کہ بیسویں صدی کے نصف اوّل تک قرآنی سیرت نگاری کی عمارت کو باقاعدہ استوار نہ کیا جا سکا اور یہ ایک مضبوط دبستان کی شکل اختیار نہ کر سکی لیکن عصرِ حاضر میں کچھ سیرت نگاروں نے قرآنیات کی بنیاد پر سیرت طیبہ کو مرتب کرنے کی سعی بلیغ کی ہے۔ جس کی وجہ سے آج قرآنی سیرت نگاری باقاعدہ ایک نوع کی حیثیت اختیار کر چکی ہے اور مختلف ماہرینِ سیرت جیسے ڈاکٹر عبدالرزاق ہرماس[1]، ڈاکٹر انور البکری[2]، مولانا ابوالکلام آزاد[3] اور علامہ خالد مسعود[4] نے سیرتِ قرآنیہ کی بابت اپنی آراء کا اظہار کیا ہے۔

ان ماہرینِ سیرت کی آراء کے تجزیے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قرآن مجید سے نہ صرف آپ ﷺ کی ابتدائی زندگی کے بارے میں معلومات حاصل ہوتی ہیں بلکہ دعوت کے ابتدائی مراحل سے لے کر وحی کی تکمیل تک جو سفر تعلیمات ربّانی کے زیرِ سایہ بسر ہوا، اس سے بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔ قرآنی آیات میں جہاں آپ ﷺ کے شمائل، خاص احوال، تنگی و فراخی کی مختلف حالتوں کا ذکر ملتا ہے۔ وہیں آپ ﷺ کے اہلِ بیت کے بارے میں معلومات، صحابہ کے ساتھ آپ ﷺ کے تعلقات اور منافقین، یہود اور مشرکین کے ساتھ معاملات کے بارے میں بھی معلومات فراہم ہوتی ہیں اور یہ آپ ﷺ کی

(1) عبدالرزاق ہرماس اسماعیل بن محمد 1960ء کو پیدا ہوئے اور جامعہ ازہر کے اکابر اساتذہ میں سے ہیں۔ سیرتِ قرآنیہ کے بارے میں ان کی رائے کے لیے دیکھیے۔ ہرماس، دکتور عبدالرزاق، (2007ء)، مصادر السیرۃ النبویۃ بین المحدثین والمؤرخین، الکلیۃ الازہر، مصر، ص:27

(2) محمد انور بن محمد علی البکری کا تعلق مدینہ منورہ سے ہے، سیرتِ قرآنیہ کے بارے میں ان کی رائے کے لیے دیکھیے۔ البکری، محمد انور بن محمد، الدکتور، (س ن)، مصادر تلقی السیرۃ النبویۃ، مجمع الملک فہد، مدینہ المنورہ، ص:21-22

(3) سیرتِ قرآنیہ کے بارے میں ان کی رائے کے لیے دیکھیے۔ آزاد، مولانا ابوالکلام، (س ن) رسولِ رحمت ﷺ، مرتب: غلام رسول مہر، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور، ص:10-11

(4) سیرت قرآنیہ کے بارے میں ان کی رائے کے لیے دیکھیے۔ خالد مسعود، علامہ، (2020ء)، حیاتِ رسولِ اُمی، مجلس مرکزیہ حزب الانصار، بھیرہ، ص:19-20

حقیقی سیرت و شمائل، نبوت کے دلائل، اخلاق و خصائص کی سب سے زیادہ درست جھلک اور سب سے زیادہ قابل وثوق معلومات ہیں اور قرآن کی فراہم کردہ معلومات کی بنیاد پر مرتب ہونے والی سیرت طیبہ کو سیرت قرآنیہ سے موسوم کیا جاتا ہے۔

۲۔ادبِ سیرت میں قرآنی سیرت نگاری کی اہمیت اور قرآن بطور ماخذ سیرت:

قرآنی سیرت نگاری، سیرت نگاری میں جو مقام و اہمیت رکھتی ہے اس سلسلے میں چند نکات درج ذیل ہیں:

i۔ تمام طبقاتِ سیرت کا اتفاق رہا ہے کہ سیرت الرسول ﷺ کا اولین، بنیادی، مستند اور قابل وثوق ماخذ قرآن مجید ہی ہے۔ لہٰذا اس کی بنیاد پر مرتب ہونے والی سیرت طیبہ کی اہمیت سب سے زیادہ ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے بھی اس حقیقت کو اس انداز سے بیان کیا ہے۔ سیرت نبویہ ماخوذ و مستنبط از قرآن کی اہمیت انسانوں کی ترتیب دی ہوئی ساری کتبِ سیرت سے زیادہ ہے کیونکہ سیرت نبویہ ماخوذ و مستنبط از قرآن، کلامِ الٰہی کا ایک منطوقہ و محفوظہ ہے۔[1]

ii۔ سیرت نبوی ﷺ کے واقعات پیش کرنے میں قرآن کئی سارے امتیازات رکھتا ہے۔ان میں سے ایک واقعات کی صحت کا درست اور مستند ہونا ہے۔ حدیث اور سیرت کی روایات میں اس بات کا امکان ہے کہ کوئی غیر صحیح یا مشکوک خبر اس میں موجود ہو یا اس کا مفہوم واقعہ کے مطابق نہ ہو مگر قرآن کریم کی آیات ہر قسم کے شک اور اضطراب سے بالاتر ہیں۔

iii۔قرآن دوسرے ماخذات سیرت کی نسبت ایک نمایاں امتیاز یہ رکھتا ہے کہ قرآن کریم میں متعلقات سیرت نبویہ کے حوالے سے بہت سے نفیس احوال درج ہیں؛ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن نے آپ ﷺ کی باطنی کیفیت کو بھی بیان کیا ہے اور آپ ﷺ کے دل میں اُٹھنے والے خیالات کی بھی تصویر کشی کی ہے۔ قرآن سیرت طیبہ کی قلبی کیفیات سے بھی آگاہ کرتا ہے۔ قرآنی آیات نے حیاتِ رسول ﷺ کے ایسے رازوں سے بھی آگاہ کیا جن سے آپ ﷺ کے قریبی اصحاب و ازواج آگاہ نہ تھے۔ اسی طرح قرآن نے صحابہ کی دلی کیفیات اور ان کے اذہان و قلوب میں پیدا ہونے والے شکوک و شبہات اور مشرکین کی بدخواہیوں اور منافقین کی سازشوں سے بھی آگاہ کیا۔

iv۔ سیرت نبوی کا کوئی مرحلہ ہم ایسا نہیں پاتے کہ قرآن نے اس مرحلہ میں پیش آنے والے اہم واقعہ کو بیان نہ کیا ہو اور اس پر ہر جانب سے روشنی نہ ڈالی ہو۔ قرآن نے سیرت کے تمام مراحل و واقعات کے بارے میں آیات پیش کی ہیں۔ ان آیات میں جہاں آپ ﷺ کے شمائل، احوال خاص، تنگی و فراخی کا ذکر ملتا ہے وہیں آپ ﷺ کے اہل بیت کے بارے میں اخبار اور

(1) آزاد، مولانا ابوالکلام، رسول رحمت ﷺ، ص:10-11

مشرکین و منافقین اور یہود و نصاریٰ کے ساتھ آپ ﷺ کے تعلقات کے بارے میں بھی آگاہی حاصل ہوتی ہے۔اسی طرح قبل از اسلام عربوں کی مذہبی، اقتصادی، معاشرتی اور سیاسی حالات کے بارے میں بھی آگاہی قرآن حکیم سے حاصل ہوتی ہے غرض یہ کہ سیرت رسول کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں قرآن مجید سے رہنمائی حاصل نہ ہوتی ہو۔

v۔ سیرت نبوی کے واقعات پیش کرنے میں قرآن کا طریقہ غالب طور پر ایجاز واختصار کا ہے اور واقعہ کو اسی قدر بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہے۔ جس قدر اس کی ضرورت ہو اور جس سے عبرت و نصیحت حاصل ہو۔

vi-قرآن مجید میں جہاں آپ ﷺ کی حیاتِ مبارکہ کے اہم پہلو مذکور ہیں وہیں آپ ﷺ کے عہد کے بعض وقائع پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ قرآن مجید میں مختلف مقامات پر ان جھوٹے الزامات کا بھی احاطہ کیا گیا ہے جو کفار رسول اللہ ﷺ پر عائد کرتے تھے۔ قرآن نے ان الزامات کے بڑے منطقی جواب دیئے ہیں اور آپ ﷺ کے حقیقی اوصاف کی طرف توجہ مبذول کروائی ہے۔ اسی طرح آج کے دور میں مستشرقین، منکرین اور مخالفین کی طرف سیرت رسول ﷺ پر جو مختلف اعتراضات کیے جاتے ہیں۔ قرآنیات کی بنیاد پر مطالعہ سیرت ہمیں اس قابل بناتا ہے کہ ان اعتراضات کا جواب دے سکیں۔

vii۔ سیرت کے بہت سے واقعات ایسے ہیں۔ جن میں لوگوں کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے۔ قرآنیات کی بنیاد مطالعہ سیرت سے اس تعارض کو رفع کیا جا سکتا ہے۔ مولانا شبلی نے اس بات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے سیرت کے واقعات سے متعلق خود قرآن مجید میں ایسی تصریحات یا اشارے موجود ہیں۔ جن سے اختلافی مباحث کا فیصلہ ہو جاتا ہے لیکن لوگوں نے آیاتِ قرآنی پر اچھی طرح نظر نہیں ڈالی۔[1]

۳۔ عصرِ حاضر میں قرآنی سیرت نگاری کے اسباب و محرکات:

ادبِ سیرت، قرآنی ادبِ سیرت اور دیگر علومِ اسلامیہ کا مطالعہ اس بات کو واضح کرتا ہے کہ ★ متقدمین کا غزوات و خصائص میں آیات قرآنیہ سے استشہاد ★ مستند اور قابل اعتماد سیرت کی تدوین کی خواہش ★ سیرت قرآنیہ پر مواد کی عدم دستیابی ★ قرآن اور عقل کی روشنی میں مطالعہ سیرت کا رویہ ★ اُصولِ نقد سے بے اعتنائی اور انکار ★ قرآن اور صاحبِ قرآن سے عقیدت و محبت ★ سیرت کے ماخذات میں کمزور روایات کا موجود ہونا ★ ادبِ سیرت میں ثقافتی آمیزش اور شکوک و شبہات کا ازالہ ★ یورپی افکار و نظریات کا متبادل بیانیہ اس کے نمایاں اسباب و محرکات ہیں۔

(1) مولانا شبلی نعمانی وسید سلیمان ندوی،(2002ء)، سیرۃ النبی ﷺ، ادارہ اسلامیات، کراچی، ص:86

4۔قرآنی سیرت نگاری کے اصول:

سیرت قرآنیہ یا قرآنی سیرت نگاری کے اصول کیا ہیں اور اس ضمن میں کن اُمور کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ عصرِ حاضر کے چند نامور سیرت نگاروں، ڈاکٹر فاروق حمادہ، ڈاکٹر عبدالرزاق ہرماس، ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری، ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے اپنی اپنی کتب میں ان اصولوں کی نشاندہی کی ہے۔ڈاکٹر عبدالرزاق ہرماس [1] اور ڈاکٹر فاروق حمادہ نے لکھا:

> ''لمن كان يُرِيدُ اعتماد الايات القرآنية مصادر السيرة النبوية يستلزم الاطلاع على القرآن و كتب التفسير المؤثقة، و خاصته كتب التفسير بالماثور وابواب التفسير فى كتب الحديث ولاسيما كتب الصحاح، لأنها خصت التفسير بجانب مهم من اهتمامها، و كذا الاطلاع على كتب اسباب النزول، و كتب ناسخ والمنسوخ، وغيرها من كتب علوم القرآن الّتِى تعينا على فهم الايات القرآنية، المتعلقة بالسِّيرة على وجها الصحيح''[2]

> جو شخص آیات قرآنیہ پر سیرت نبویہ کا مصدر ہونے کی حیثیت سے اعتماد رکھتا ہے۔اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ قرآن، معتمد کتب تفاسیر خاص طور پر تفسیر بالماثور اور صحاح ستہ کے ابواب تفسیر سے خاص اہتمام کے ساتھ مراجعت کرے۔ اسی طرح اسباب نزول کی کتب، ناسخ و منسوخ اور علوم القرآن کی کتب کی طرف مراجعت کرے جن سے آیات قرآن کے فہم میں مدد ملتی ہے۔

اسی ضمن میں ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری نے لکھا ہے کہ سیرت رسول کے ضمن میں قرآن سے مکمل استفادے کے لیے ضروری ہے کہ کتب تفاسیر کی طرف رجوع کیا جائے۔ خاص طور پر تفسیر بالماثور کی طرف جیسے تفسیر طبری، تفسیر ابن کثیر وغیرہ اور اس سلسلے میں کتب ناسخ و منسوخ، کتب اسباب نزول اور جو کتب قرآن اور علوم القرآن سے تعلق رکھتی ہیں ان سے رجوع کرنا بھی ضروری ہے۔[3]

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے اس حوالے سے لکھا ہے:

---

(1) ڈاکٹر عبدالرزاق ہرماس نے چونکہ ڈاکٹر فاروق حمادہ کے بیان کو بنیاد بنایا اور ان کے بیان کو نقل کیا ہے چنانچہ فاروق حمادہ کو اولیت حاصل ہونے اور اختصار کو مد نظر رکھتے ہوئے ہرماس کے بیان کو درج کرنے سے گریز کیا گیا، ہرماس کے بیان کے لیے دیکھئے: ہرماس، دکتور عبدالرزاق، (2007)، مصادر السیرۃ النبویۃ بین المحدثین والمؤرخین، الکلیۃ ازہر، مصر، ص:47-48

(2) فاروق حمادۃ، الدکتور، (س ن)، مصادر السیرۃ النبویۃ وتقویمھا، دار القلم، دمشق، ص:51-52

(3) اکرم ضیاء العمری، الدکتور، (1996ء)، السیرۃ النبویۃ الصحیحیۃ، مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ، ص:49

"تفسیر واحکام القرآن کے قاموسی مجلدات ہوں یا مختصر تالیفات، وہ احادیثِ نبوی، آثارِ صحابہ، اقوال و تعبیرات تابعین وغیرہ سے مزین ہوتی ہیں۔ ان میں بہت سی معروف و معتبر کتب مصادر سیرت کی روایات و تعبیرات سے بھی گریز نہیں کر پاتیں۔ فنی ارتکاز و قرآنی زاویے کے سبب ان پر اصل موضوع کا غلبہ ضرور ہوتا ہے لیکن سیرت نگاری میں ان کا استعمال خال خال کیا جاتا ہے۔ حالانکہ وہ اس سے کہیں زیادہ توجہ کی مستحق ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ قرآنی سیرت نگاری کے عمل و تجزیے میں کتب تفسیر واحکام القرآن کا ایک طرح سے کلیدی کردار ہوتا ہے۔"[1]

مذکورہ بالا سیرت نگاروں کی آرا، قدیم وجدید ادبِ سیرت، قرآنی ادب سیرت اور دیگر علوم اسلامیہ کے مطالعہ سے سیرت قرآنیہ کے لیے درج ذیل اُصول متعین کیے جا سکتے ہیں۔ جن کی تفصیل کچھ اس طرح سے ہے۔

i۔ قرآن کی تقدیم اور اس کی صحت پر قطعی یقین:

سیرت النبی کا مطالعہ کرنے والے اور لکھنے والے کے لیے ضروری ہے کہ سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کرے کہ قرآن کریم، سیرت النبی ﷺ کے کس پہلو کے بارے میں کیا رہنمائی کرتا ہے۔ قرآن مجید اگرچہ سیرت یا تاریخ کی کتاب نہیں مگر اس کے باوجود یہ سب سے زیادہ درست، قابل وثوق، مستند اور بنیادی اہمیت کا حامل مصدر ہے اور اس کی بنیادی وجہ صحتِ قرآن کا امتیاز ہے۔ قرآن نے اس حقیقت کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے: ﴿لَّا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِن بَيْنِ يَدَيْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِه تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ﴾[2]

کتب احادیث یا سیرت میں جو روایات موجود ہیں۔ ان میں اس بات کا امکان موجود ہے کہ ان میں کوئی غیر صحیح یا مشکوک روایت موجود ہو مگر قرآن مجید اللہ کا کلام ہے۔ جس میں کسی قسم کا شک وشبہ نہیں پایا جاتا۔ یہ آپ ﷺ پر بذریعہ وحی نازل کیا گیا ہے اور اس میں آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے اکثر پہلوؤں کا ذکر موجود ہے۔ اس ضمن میں اس امر کو بھی ملحوظ رکھنا چاہیے کہ آپ ﷺ جو کچھ بذریعہ وحی نازل کیا گیا یا جن آیات قرآنیہ پر عمل کی تلقین کی۔ اس کی مثال سب سے پہلے خود پیش کی۔ غارِ حرا میں پہلی وحی سے لے کر آخری وحی تک حیاتِ مبارکہ کا ایک ایک لمحہ تعلیمات ربانی کے سایہ میں بسر ہوا چنانچہ قرآن مجید اور سیرت دونوں کا یہ تعلق اس بات کو واضح کرتا ہے کہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ اسی بناء پر روایتی

(1) صدیقی، یٰسین مظہر، ڈاکٹر، (2020ء)، سیرت نگاری (تعارف، ماخذ، رجحانات، منہج)، کتب خانہ سیرت، کراچی، ص:106

(2) حٰم السجدۃ:42/41

سیرت نگاری ہو یا قرآنی سیرت نگاری دونوں کے لیے پہلا اور اوّلین اصول قرآن کی طرف رجوع ہے۔ مولانا شبلی نعمانی نے اس بات کو ان الفاظ میں بیان کیا ہے:

"واقعات سیرت کے متعلق جو کچھ قرآن میں مذکور ہے اس کو سب پر مقدم رکھا جائے کیونکہ یہ بات قطعاً ثابت ہے کہ قرآن مجید میں بہت سے واقعات کے بارے میں ایسی تصریحات یا اشارے موجود ہیں جن سے اختلافی مباحث کا فیصلہ ہو جاتا ہے۔"(1)

جہاں تک قرآن مجید پر اعتماد کی بات ہے تو ایک سیرت نگار یا قاری کے لیے ضروری ہے کہ اسے تمام مصادر پر مقدم رکھے اور کسی بھی مصدر کے ساتھ تعارض کی حالت میں اس کے مخالف مصدر کو ترک کر دے اور اس پر اعتماد کرے۔ اس بات کو ڈاکٹر ابو شہبہ نے کچھ اس انداز سے بیان کیا ہے:

"القرآن الكريم هو المصدر الاول فی دراسة السيرة النبويه لانه كتاب المتواتر، الثابت عن طريق القطع واليقين ولا يتطرق إليه اشک والارتياب فهو بذلک أوْثق بالقبول، يجِبُ تقديمه على كل المصادر الأخرى"(2)

قرآن مجید جو سیرت طیبہ کا اوّلین مصدر ہے۔ اس کا التزام کرے کیونکہ یہ متواتر کتاب ہے اور اس کی صحت قطع و یقین سے ثابت ہے اور اس میں کسی شک و شبہ اور انکار کی گنجائش نہیں۔ اسی وجہ سے سب سے زیادہ قابل بھروسہ اور قابل مصدر قرآن مجید ہے لہٰذا اس کی تقدیم دوسرے تمام مصادر پر واجب ہے۔

علماء کا اس بات پر اتفاق ہے ہر وہ روایت، جس سے عظمت و شان نبوت پر حرف آئے یا جو نصوص قرآن سے متصادم ہو گی اس کا رد کیا جائے گا چنانچہ واقعہ غرانیق جو کہ بے بنیاد اور عقیدہ توحید کے متعارض ہے۔ اس کا ردّ کرتے ہوئے صالح بن عبدالرحمٰن اور عبدالرحمٰن بن محمد نے لکھا ہے۔ "والحق فی ان هذه القصه تصطدم بنصوص القرآن الكريم و عصمة النبوة فی قضيه الوحی، و متعارض مع عقيده التوحيد و هي الاصل فی العقيدة الإسلامية۔"(3)

(1) مولانا شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، ص:100

(2) ابو شہبہ، محمد بن محمد، الدکتور، (1409ھ-1988ء)، السیرۃ النبویۃ فی ضوء الکتاب والسنۃ، دار القلم، دمشق، ص:13

(3) صالح بن عبداللہ و عبدالرحمٰن بن محمد، (2006)، موسوعۃ فی نصرہ نعیم فی مکارم اخلاق الرسول الکریم، دار الوسیلۃ للنشر والتوزیع، جدہ، ج1، ص39

اسی طرح صحیح البخاری کی وہ حدیث جس میں آپ ﷺ کے پہاڑی پر جانے کا واقعہ ہے۔اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ڈاکٹر ضیاءالعمری نے لکھا ہے۔"و لکن بلاغ الزهري لا يصلح لاثبات الحارث لتعارضة مع عصمة النبی۔"(1)

ii۔آیاتِ سیرت کی وضاحت دیگر آیات سیرت سے:

قرآن مجید میں سیرت سے متعلقہ آیات مختلف قسم کی ہیں۔بعض آیات ایسی ہیں جن میں سیرت کا ذکر مقصود بالذات ہے۔ بعض آیات میں ضمناً یا اشارتاً سیرت رسول ﷺ کا ذکر ملتا ہے۔ بعض آیات اس بات کی عکاس ہیں کہ خدا اور رسول ﷺ کے درمیان کیا معاملہ پیش آیا۔بعض آیات میں کوئی قصہ بیان کیا گیا اور بعض آیات ایسی ہیں جو دوسری آیات میں مذکورہ سیرت طیبہ کے مذکورہ گوشوں کی وضاحت کرتی ہیں یعنی بعض آیات سیرت دوسری آیات سیرت کی وضاحت کرتی ہیں۔ جیسا کہ ڈاکٹر فاروق حمادہ نے سورۃ الانبیا کی آیات 2-10 کے ضمن میں لکھا۔ان آیات میں مکی سیرت کا ایک گوشہ بیان کیا گیا ہے۔جہاں آپ ﷺ کو شاعر، ساحر اور کاہن کہا گیا۔آپ ﷺ کے خلاف خفیہ چالیں چلی گئیں اور اعلانیہ چیلنج کیے گئے کہ نشانیاں اور خوارق لے کر آؤ۔اس کو بنی اسرائیل کی آیات 90-94 سے واضح کیا گیا جس میں یہ قول ربی ہے ﴿وَ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ ---﴾(2)

بعض آیاتِ سیرت دوسری آیاتِ سیرت کی وضاحت کرتی ہیں۔ڈاکٹر عبدالرزاق ہرماس نے بھی اس امر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ جس طرح تفسیر قرآن کا سب سے اہم ذریعہ خود قرآن ہے۔اسی طرح سیرت نبویہ ﷺ سے متعلقہ آیات قرآنیہ پر بھی یہ بات جاری وساری ہوتی ہے۔(3)

iii۔کتب تفاسیر بالماثور کی طرف مراجعت:

قرآنی سیرت نگاری میں کتب تفسیر کو نہ صرف اہم اور مرکزی مصدر کی حیثیت حاصل ہے بلکہ یہ قرآنی سیرت نگاری میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔کتب تفاسیر بالماثور کی بطور ماخذ سیرت قرآنیہ کی حیثیت واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر فاروق حمادہ نے لکھا:

---

(1) اکرم ضیاء العمری، الدکتور، سیرۃ النبویۃ الصحیحیۃ، ص:126

(2) بنی اسرائیل:90-94، فاروق حمادہ، الدکتور، مصادر السیرۃ السیرۃ النبویۃ و تقویمہا، ص:46

(3) ہرماس، الدکتور عبدالرزاق، مصادر السیرۃ النبویۃ بین المحدثین والمؤرخین، ص:47

سیرت نبویہ کے مصادر کے مقدمہ میں قرآن پر اعتماد اس بات کو مستلزم کرتا ہے کہ تفسیر کی ان اولین کتب پر اطلاع حاصل کیں جائیں جو سند کے ساتھ منقول ہیں۔ان کی وہی حیثیت ہے جو کُتبِ حدیث کی ہے۔(1)

امام ابن تیمیہ نے بھی کتب تفاسیر کو سیرت طیبہ کا ایک اہم ماخذ قرار دیا ہے اور اپنے فتاویٰ میں لکھا ہے:

''والکتب الّتی فیھا أخبارہ منھا کتب التفسیر والسیرۃ المغازی۔''(2)

ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے قرآنی سیرت نگاری میں کتب تفاسیر بالماثور کی اہمیت کے بارے میں لکھا ہے۔قرآنی سیرت نگاری کے عمل و تجزیے میں کتب تفسیر واحکام القرآن کا ایک طرح سے کلیدی کردار ہوتا ہے کہ وہ آیات کے اجمال کو تفصیل دیتی ہیں۔آیات سیرت و تاریخ کا نہ صرف شان نزول بتاتی ہیں بلکہ واقعات و سوانح گرامی ﷺ سے متعلقہ اُمور کی تشریح بھی کرتی ہیں یوں تو کتب تفسیر کا ایک وسیع و عریض کتب خانہ ہے مگر ایسی کتب کی تعداد بہت کم ہے جو سیرت نبوی ﷺ کے ماخذ کا مقام پاتی ہیں۔ان میں ایک طبری کی تفسیر اُم التفاسیر ہے جسے بالعموم تفسیر ماثور کے زمرے میں رکھا جاتا ہے۔(3)

مذکورہ بالا بحث اس بات کو واضح کرتی ہے کہ تفسیر بالماثور سے نہ صرف آیات سیرت کے شان نزول سے آگاہی حاصل ہوتی ہے بلکہ ان کے ذریعے سیرت کے بہت سے عمومی اور خصوصی متعلقات سے بھی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔تفاسیر اور تفاسیر بالماثور، سیرت قرآنیہ کا اہم ماخذ ہے۔اس سلسلے میں چند مثالیں بیان کی جاتی ہیں۔

- امام طبری نے ﴿وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ --﴾ کے تحت لکھا کہ کفار مکہ نے آپ ﷺ کو اسلام کی تبلیغ سے روکنے کے لیے وفد حضرت ابو طالب کے پاس بھیجا لیکن آپ ﷺ عزم کے ساتھ اپنے دین پر قائم رہے اور آپ ﷺ کے اعلان پر کفار آپ ﷺ پر غصہ کرنے لگے اور کہنے لگے اگر آپ ﷺ نے ہمارے معبودوں کو برا کہنا نہ چھوڑا تو ہم اس خدا کو گالیاں دیں گے۔جس کی تم عبادت کرتے ہو۔اس وقت یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔(4)

(1) فاروق حمادہ،الدکتور، مصادر السیرۃ النبویۃ و تقویمھا، ص:51

(2) ابن تیمیہ، احمد بن عبدالحلیم، امام،(1425ھ-2004ء)، مجموع الفتاویٰ، مجمع الملک فہد، السعودیۃ العربیۃ، ج18، ص10

(3) یٰسین مظہر صدیقی، ڈاکٹر، سیرت نگاری (تعارف، ماخذ رجحانات، منہج)، ص:16

(4) الانعام:108، طبری، محمد بن جریر، امام،(1420ھ-2000ء)، جامع البیان عن تاویل القرآن، تحقیق احمد محمد شاکر، موسسۃ الرسالۃ، بیروت، ج12، ص33

- آپ ﷺ کے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دینے اور یہودی جو انکار کرتے تھے۔اس صورتِ حال کے بارے میں امام طبری نے ابن عباس سے مروی درج ذیل روایت سیرت نقل کی ہے۔یہود کہا کرتے تھے دنیا کا کل دورانیہ سات ہزار سال ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو دنیا کے ہزار سال کے بدلے قیامت کا ایک دن عذاب دے گا۔ جو سات دن بن جاتے ہیں۔ اس پر اللہ نے یہ آیت ﴿وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّا اَیَّامًا---﴾ نازل فرمائی[1]

سیرت طیبہ میں کتب تفاسیر بالماثور سے نہ صرف آیاتِ سیرت کے شان نزول اور سیرت کے عمومی وخصوصی متعلقات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے بلکہ ان کی بدولت ایسی بہت سی وقیع روایات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔جو ہمارے لیے سیرت وحدیث اور تاریخ کی کتابوں میں نامکمل واقعات کی تکمیل کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ان کتب میں چونکہ مجہول راویوں کی تعداد کم ہوتی ہے اور مستند روایات صحابہ وتابعین سے مروی ہوتی ہیں۔اس لیے یہ امر کتب تفسیر بالماثور کی اہمیت کو بڑھا دیتا ہے جیسا کہ ڈاکٹر عبدالحمیدان نے لکھا ہے:

> کتب تفاسیر بالماثور سیرت کی ایسی کثیر روایات پر مشتمل ہیں جو صحابہ کرام اور تابعین سے مروی ہیں چونکہ کتب سیرت کے برعکس ان میں مجہول راویوں کی تعداد کم پائی جاتی ہے۔اس لیے یہ بات سیرت مطہرہ کے طالب علم کے لیے ان کتب کی اہمیت کو بڑھادیتی ہے۔[2]

تفسیر طبری اور دیگر تفاسیر بالماثور وتفاسیر سے واقعات سیرت کے ضمن میں استدلال کی وضاحت کرتے ہوئے ڈاکٹر فاروق حمادہ نے لکھا ہے۔تفاسیر بالماثور منہج کے مطابق دیکھی جائیں گی اور ان کی روایات علم جرح وتعدیل کی کسوٹی پر پرکھی جائیں گی۔ صحیح اور ضعیف کو الگ کیا جائے گا۔ صحیح کو قبول کیا جائے، ضعیف کو رد کیا جائے گا۔اس کے لیے باقاعدہ تحقیق ومعرفت کی ضرورت ہو گی کیونکہ ان کتب کے مؤلفین نے نہ تو صحیح احادیث کے اخراج کا التزام کیا ہے اور نہ ہی ضعیف، واہی اور موضوع احادیث سے اعراض کا اہتمام کیا ہے۔[3]

---

(1) البقرۃ:80،طبری، محمد بن جریر،امام، جامع البیان عن تاویل القرآن، ج2، ص277-278

(2) الحمیدان،الدکتور عصام،(س ن)،السیرۃ النبویۃ من خلال اہم کتب التفسیر، ص ن، ص23

(3) فاروق حمادہ،الدکتور، مصادر السیرۃ النبویۃ وتقویمہا، ص51

چنانچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ سیرت قرآنیہ کی تشکیل وتدوین میں اگرچہ تفسیر بالماثور کو خاص مقام واہمیت حاصل ہے تاہم ان سے استفادہ کے سلسلے میں ان میں مذکورہ روایات کی جانچ پڑتال کا عمل بھی بروئے کار لایا جائے گا اور جو روایت تحقیق کے معیار پر پوری اترے گی صرف اسے قبولیت حاصل ہوگی۔

iv۔ کتب علوم القرآن واحکام القرآن سے استفادہ کرنا:

سیرت قرآنیہ کے ضمن میں علوم القرآن واحکام القرآن کی کتب بہت زیادہ اہمیت رکھتی ہیں کیونکہ یہ کتابیں بہت سے ایسے نکات مہیا کرتی ہیں جو آپ ﷺ کی حیات مبارکہ سے متعلق آیات کی تفسیر میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ قرآنی سیرت نگاری میں کتب تفسیر واحکام القرآن کی اہمیت واضح کرتے ہوئے ڈاکٹر یٰسین مظہر صدیقی نے لکھا ہے۔ احکام القرآن وعلوم القرآن کی تالیفات میں، عام معلومات سیرت کے علاوہ بہت سی نئی باتیں بھی ملتی ہیں۔ جن سے متعدد سیرتی بیانیہ کے خلاؤں کو پورا کیا جاسکتا ہے اور بہت سے واقعاتِ سیرت کا تاریخی تناظر بھی صحیح کیا جاسکتا ہے جیسے مکی عہد میں نماز میں سورۃ فاتحہ سے تلاوت وقرأت کا لازمی آغاز ابتدائی عہد رسالت میں ہوگیا تھا اور وہ اوّلین تنزیلات میں سے تھا۔ اسی طرح اوامر ومنہیات دونوں کی حلت وحرمت اور استحباب وکراہت وغیرہ کے احکام بھی مکی عہد سے مرتب ہوچکے تھے۔ ان سے آپ ﷺ کے ذاتی سوانح اور اوصاف کے بارے میں بھی کئی معلومات حاصل ہوتی ہیں جیسے دعوتِ نبوتِ نبوی کے خاموش وبرملا عرصوں کی تصریح، معاندین کے دعوت دین میں رکاوٹ پیدا کرنے کے اقدامات اور ان کے آپ ﷺ پر اعتراضات اور ان کی تردید، ہجرت مدینہ کا قریش کے زوال کا باعث ہونا، غزوہ بدر کا فتح مکہ کا دیباچہ ہونا۔ غزوات نبوی کا بیان الٰہی اور ان کی تعبیرات بہت قیمتی اضافہ ہیں۔[1]

v۔ کُتبِ حدیث کے ابوابِ تفسیر سے رہنمائی حاصل کرنا:

ڈاکٹر فاروق حمادہ اور ڈاکٹر عبدالرزاق ہرماس کے مطابق سیرت قرآنیہ کے ضمن میں ضروری ہے کہ کتب حدیث بالخصوص صحاح میں وارد ابوابِ تفسیر سے خاص اہتمام سے مراجعت کی جائے کیونکہ ان میں وارد مختلف روایات، واقعات کے پس منظر، آیات کی تفسیر اور اس کے مضمون سے بھرپور ہیں اور واقعات کو استنادی حیثیت عطا کرتی ہیں۔

(1) صدیقی، یٰسین مظہر، ڈاکٹر، سیرت نگاری (تعارف، ماخذ، رجحانات، منہج)، ص107

vi۔ کُتبِ اسبابِ نزول کی طرف رجوع کرنا:

مفسرین کی اصطلاح کے مطابق کوئی خاص واقعہ یا سوال جو کسی آیت کے نزول کا سبب بنا۔ اس کو سبب نزول یا شانِ نزول سے منسوب کیا جاتا ہے۔ وہ آیات جو کسی خاص پس منظر میں نازل ہوئیں۔ ان آیات کی تفہیم کے لیے اس پس منظر کو سمجھنا ضروری ہوتا ہے ورنہ اس کے معانی و مفہوم کا درست تعین نہیں ہوتا۔ علم سیرت حضور ﷺ کی حیات مبارکہ از ولادت تا وفات اور اس کے متعلقات سے بحث کرتا ہے۔ سبب نزول چونکہ واقعات سیرت سے جڑا ہوتا ہے۔ اس لیے یہ سیرت کا ایک جزو یا نوع ہے۔ واقعاتِ سیرت کی تفہیم میں مرویات اسباب نزول کی اہمیت بیان کرتے ہوئے امام واحدی نے لکھا ہے:

> جو چیز ان کتب میں مذکور روایات کی اہمیت میں اضافہ کرتی ہے وہ یہ ہے کہ یہ روایات آپ ﷺ پر وحی نازل ہونے کی کیفیت اور اس دوران آپ ﷺ کو جو احوال پیش آتے ان کو بیان کرتی ہیں۔ ان روایات کا یہ پہلو آپ ﷺ کی نبوت کی حقانیت پر دلیل قائم کرنے کے سلسلے سے تعلق رکھتا ہے۔ اسی طرح یہ روایات صحابہ کرام کی حضور ﷺ سے علوم وحی حاصل کرنے کی کیفیت کو بھی بیان کرتی ہیں جو آپ ﷺ صحابہ کرام کو بتایا کرتے تھے جو کہ علم سیرت کے موضوعات میں شامل ہے۔(1)

قرآن میں کئی ایسے واقعات ہیں جن کی طرف قرآن میں مختصر اشارہ کیا گیا ہے اور جب تک اس کا پس منظر معلوم نہ ہو آیت کا مفہوم اور واقعہ کی تفہیم نہیں ہوتی اس سلسلے میں درج ذیل مثال بیان کی جاتی ہے:

- ﴿وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾(2)

اس آیت کے شان نزول کے بارے میں امام واحدی نے لکھا کہ اس آیت میں غزوۂ بدر کی طرف اشارہ ہے۔ جس میں آپ ﷺ نے گروہِ کفار کی طرف ایک مٹھی خاک کی پھینکی۔ جس سے کفار کا نرغہ ٹوٹ گیا لیکن اگر یہ سبب نزول ذہن میں نہ ہو تو آیت کا مطلب واضح نہیں ہوتا۔(3)

---

(1) واحدی، علی بن احمد، امام، (1402ھ)، اسباب نزول، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ص: 11

(2) الانفال: 17

(3) واحدی، علی بن احمد، امام، اسباب نزول، ص: 15

کتب اسباب نزول اور ان میں موجود روایات، سیرت قرآنیہ کے ضمن میں مدد و معاون ثابت ہوتی ہیں اور متقدمین اپنی کتب سیرت میں آیات کے شانِ نزول کو واقعاتِ سیرت کے بیان کا ذریعہ بناتے رہے ہیں۔اس سلسلے میں درج ذیل مثالیں بیان کیا جاتی ہیں۔

- ابن اسحاق نے غزوۂ بدر میں قید ہونے والے کفار کے ساتھ آپ ﷺ کے سلوک کے بارے میں سورۃ نحل کی آیت ﴿وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ---﴾ درج کی اور لکھا کہ یہ آیت اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول کے بارے میں نازل فرمائی چنانچہ آپ ﷺ نے در گزر سے کام لیا اور کفار کا مثلہ کرنے سے باز رہے۔[1]
- بدر کی فتح کے نتیجے میں حاصل ہونے والے مالِ غنیمت کی تقسیم میں جو اختلاف پیدا ہوا اس اختلاف کو بیان کرتے ہوئے امام نیشاپوری نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی آیت نمبر 1 نازل فرمائی جس کے مطابق آپ ﷺ نے مالِ غنیمت تقسیم فرمایا۔[2]
- علامہ مقریزی نے صلح حدیبیہ کے واقعات اور حدیبیہ کے مقام سے واپسی پر مسلمانوں کی قلبی کیفیت بیان کرتے ہوئے لکھا۔ آپ ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ صحابہ کے ہمراہ مکہ میں داخل ہوئے اور عمرہ کے بعد صحابہ کرام سر منڈوا رہے ہیں چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ کی کثیر تعداد کے ساتھ عمرے کے لیے رختِ سفر باندھا مگر جب حدیبیہ کے مقام پر کفار مکہ اور آپ ﷺ کے درمیان صلح ہو گئی اور جنگ بندی کا معاہدہ طے پا گیا اور مسلمان عمرہ ادا کیے بغیر واپس آگئے تو اس وقت منافقین نے مسلمانوں کا مذاق اُڑایا چنانچہ اس وقت مسلمانوں کی تسلیٔ قلب کے لیے یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔[3]

سبب نزول، سیرت النبی کے نقطہ نظر سے اس لیے بھی اہم ہے۔اس سے آپ ﷺ کی جسمانی کیفیت کا بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو آپ ﷺ پر مختلف سورتوں کے نزول کے وقت ظاہر ہوئی۔اس کی وضاحت کے لیے درج ذیل مثال بیان کی جاتی ہے۔

(1) النحل:126، ابن اسحاق، محمد، (س ن)، السیرۃ النبویۃ لابن اسحاق، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج1، ص315

(2) النیسابوری، عبد الملک بن محمد، امام، (2003ء)، شرف المصطفیٰ، دار البشائر الاسلامیہ، المکۃ المکرمۃ، ج2، ص54

(3) المقریزی، احمد بن علی، علامہ، امتاع الاسماع للنبی من الاحوال والاموال والحفدہ والمتاع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ج3، ص354

- **امام بخاری نے صحیح البخاری میں کتاب تفسیر میں ''باب لولا اذا سمعتوہ'' میں واقعہ افک پر سورۃ نور کی آیات کے نزول کے وقت آپ ﷺ کی کیفیت کے اظہار کے لیے ''وھو یضحک'' کا لفظ استعمال کیا ہے۔**[1]

سیرت نگار اسباب نزول کی روایات کو واقعات و حوادث کی تاریخوں کے ضبط اور غزوات کے پیش آنے کا زمانہ متعین کرنے کے لیے بھی استعمال کرتے ہیں جیساکہ ڈاکٹر عبدالرزاق ہرماس نے غزوۂ بنو مصطلق (مریسیع) کا ذکر کرتے ہوئے لکھا۔ غزوہ بنو مصطلق کب وقوع پذیر ہوا۔اس کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ابن اسحاق وابن ہشام کے مطابق یہ سن ٦ ہجری میں پیش آیا۔ جب کہ ابن سعد کے مطابق یہ ۵ھ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔اس سلسلے میں ابن اسحاق کے قول کہ سن ٦ھ میں وقوع پذیر ہونے کو برتری حاصل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ غزوہ مصطلق واقعہ افک اور سورۃ نور کے نازل ہونے کے ساتھ متصل ہے جو کہ ٦ ہجری کے واقعات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ امام بخاری نے ''صحیح البخاری'' کی کتاب الجہاد میں غزوہ بنوالمصطلق کے بیان کے وقت نعمان بن راشد عن زہری سے مروی درج ذیل حدیث ''کان حدیث الإفک فی غزوہ المریسع'' بیان کی ہے۔[2]

روایات اسباب نزول سے نہ صرف آیات کا مفہوم واضح ہوتا ہے بلکہ مختلف واقعات کے وقوع پذیر ہونے کے زمانہ کا تعین بھی کیا جاتا ہے۔اسی بناء پر امام زرکشی نے اسے تاریخ قرار دیتے ہوئے فرمایا:

''وَ أَخَطَا من زعم أنه لا طائل تحته لجریانه مجری التاریخ''[3]

تدوینِ سیرت کے ضمن میں اسباب نزول کی روایات سے استفادہ کے سلسلے میں **حافظ ابن حجر عسقلانی** نے درج ذیل اصول بیان کیا ہے۔اسبابِ نزول کی روایات میں صحیح ترین روایات وہ ہیں جو حدیث کی جامع کتابوں کے مصنّفین نے نقل کی ہیں جیساکہ امام بخاری نے کتاب تفسیر میں نقل کی ہیں کیونکہ اس کتاب کے ابواب کی احادیث کی اکثریت مرفوع کے حکم میں ہیں چنانچہ متقدمین کی کتب سیرت کا مطالعہ کرنے پر یہ امر مخفی نہیں رہتا کہ وہ اسباب نزول کو کس قدر اہمیت دیتے تھے۔[4]

---

(1) البخاری، محمد بن اسماعیل، امام، (1999ء)، صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب لولا اذا سمعتوہ، مکتبۃ دار السلام، الریاض، رقم الحدیث:4750

(2) ہرماس، دکتور عبدالرزاق، مصادر السیرۃ بین المحدثین والمورخین، ص:61

(3) زرکشی، محمد بن عبداللہ، امام، (1405ھ)، البرہان فی علوم القرآن، دارالفکر، بیروت، ص:11

(4) ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، امام، (2013ء)، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، الرسالۃ العالیۃ، القاہرہ: ص:743/8-44

مذکورہ بالا بیان سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ اسبابِ نزول کی روایات سے نہ صرف آیات کا مفہوم سمجھنے میں مدد ملتی ہے بلکہ یہ واقعاتِ سیرت کی تفہیم میں بھی اہم کردار ادا کرتی ہیں اور اسباب نزول کی روایات میں اوّلیت اور مستند حیثیت صحاح ستہ کی روایات کو حاصل ہے۔

vii۔کتب ناسخ ومنسوخ کی طرف مراجعت:

قرآن وحدیث اور سیرت سے علمِ ناسخ ومنسوخ کا یکساں تعلق ہے۔حدیث کے حوالے سے اس موضوع پر جو کتب لکھی گئی ہیں۔اس میں بہت سے پہلوؤں کا تعلق سیرت طیبہ سے ہے۔اس علم کے ذریعے حکم کی نوعیت میں مقید اور متضاد تبدیلی آتی ہے۔اس لحاظ سے اس علم کو قرنِ اوّل میں خاص اہمیت حاصل رہی ہے اور یہ نسخ قرآن اور حدیث دونوں میں ہے چنانچہ اسی بناپر اس موضوع پر کثیر تعداد میں لکھا گیا۔قرآنی نسخ پر کثیر تعداد میں جب کہ حدیث کے نسخ پر محدود تعداد میں کتب موجود ہیں۔نسخ قرآن کے حوالے سے،امام زرکشی نے ابتدائی مصنّفین کے طور پر درج ذیل نام ذکر کیے ہیں۔قتادہ بن دعامہ السدوسی،ابوعبید قاسم بن سلام،ابوداؤد سجستانی،ابوجعفر نحاس،ابن عربی اور ابن جوزی وغیرہ۔

کتب ناسخ ومنسوخ میں موجود روایات کی طرف رجوع کو بھی سیرت قرآنیہ کی تدوین وتشکیل میں اہم اصول کی حیثیت حاصل ہے۔اس بات کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ متقدمین نے اپنی کتب سیرت میں بعض آیات قرآنی میں موجود احکام کے نزول اور ان کے منسوخ ہونے کے حوالے سے قرآنی آیات درج کرکے ان کے احکام بیان کیے ہیں جیسا کہ امامِ سیرت ابن ہشام نے سورۃ الانفال کی آیت مبارکہ 75 کے ضمن میں لکھا ہے۔مسلمانوں نے جب مدینہ کی طرف ہجرت کی تو ابتداء میں اُس وقت مسلمان مذہب کی بنیاد پر ایک دوسرے کے وارث تھے۔لیکن اس آیت مبارکہ نے مذہب کی بنیاد پر وراثت کو ختم کردیا اور صرف ورثاء ہی وراثت کے اصل حقدار ٹھہرے۔[(1)]

ناسخ ومنسوخ کی کتب میں سیرت نبوی کے واقعات کثیر تعداد میں موجود ہیں۔جس کی مثالیں درج ذیل ہیں مثلاً قبلہ کی منسوخیت کی احادیث،روزوں کی مشروعیت کی خبر کہ ہجرت کے بعد روزہ کے وجوب میں اختیار تھا۔اس کے بعد یہ اختیار منسوخ ہوا اور صرف وجوب ہی متعین ہوا۔صلح حدیبیہ کے بعد جب اسلام کو طاقت واستحکام نصیب ہوا تو غزوۂ بدر کے بعد نازل ہونے والے احکام جہاد منسوخ ٹھہرے۔

---

(1) ابن ہشام،عبدالملک،(س ن)،السیرۃ النبویۃ،دارالمعرفۃ،بیروت،ج2،ص194

viii۔ سیرت قرآنیہ کے ضمن میں ضروری امور کو ملحوظ رکھنا:

سیرتِ قرآنیہ کے ضمن میں چند باتیں ضروریات کی حیثیت رکھتی ہیں جن کی پابندی ایک سیرت نگاری کے لیے ضروری ہے۔ جن میں سے چند ایک کو مختصر بیان کیا جاتا ہے۔

i۔ واقعات سیرت کے بیان میں قرآنی حقائق کو مدِ نظر رکھنا:

آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا مکمل نقشہ قرآن مجید میں مذکور ہے لہٰذا سیرت طیبہ کو اُسی انداز سے پیش کرنے کی کوشش کرنی چاہیے جیسے قرآن نے پیش کی ہے۔ سیرت نگار کو چاہیے کہ وہ فلسفہ جدیدہ اور افکار مستشرقین سے مرعوب ہو کر آیاتِ قرآنیہ کو توڑ مروڑ کر من مانی تاویلات پیش نہ کرے اور نہ ہی آپ ﷺ کے کسی قول یا فعل کو مغربی تہذیب و تمدن، فلسفے اور سائنس کے خلاف نہ ہونے کی باور کرانے کی کوشش کرے۔ آپ ﷺ کی یتیمی، معراج، ہجرت اور دیگر واقعاتِ سیرت قرآن نے جس انداز سے پیش کیے ہیں۔ اُسی انداز سے بیان کرنے چاہیے۔ سیرت نگار کو مستشرقین کے افکار سے متاثر ہو کر یہ بات نہیں کرنی چاہیے کہ محمد ﷺ یتیم نہ تھے یا حضور ﷺ کی مکے سے مدینے کی طرف ہجرت ایک سیاسی پلان تھا۔ اس قسم کے افکار و نظریات، اسلامی تاریخ سے عدم واقفیت، بغض، جہالت، عداوت اور دماغی خلل کا نتیجہ ہیں۔ ڈاکٹر فاروق حمادہ نے سیرت نگاروں کے اس قسم کے رویوں کی بابت لکھا۔ اگر کوئی سیرت نگار یہ کہے کہ محمد ﷺ یتیم نہ تھے اور انھیں یہ دعویٰ میراث میں ملا یا یہ کہے محمد ﷺ کی مکے سے مدینہ کی طرف ہجرت ایک چال تھی۔ جو محمد ﷺ نے اپنے ارادے سے چلی۔ اس قسم کی باتیں دماغی خلل، جہل اور خباثت کا شاخسانہ ہیں۔ اس قسم کے افکار کا جواب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ہجرت اہل مکہ کی جبر و استبداد کا نتیجہ تھی اور صحابہ کرام اس پر مجبور کیے گئے تھے جیسا کہ سورۃ محمد کی آیت نمبر 13 اور سورۃ حشر کی آیت نمبر 8 سے واضح ہے اور آپ ﷺ کا یتیم ہونا سورۃ الضحیٰ کی آیت نمبر 6 سے واضح ہے۔ اس لیے آپ ﷺ کے یتیم ہونے سے انکار کرنا یا آپ ﷺ کی ہجرت کو سیاسی منصوبہ قرار دینا نصوص قرآنیہ کی عدم معرفت کی وجہ سے ہے اور یہ تحقیق اور جستجو میں خطرناک نتائج کا باعث ہیں اور مسلمانوں کی گمراہی کا باعث بنتے ہیں۔[1]

مذکورہ بالا بیان اس امر کو واضح کرتا ہے کہ سیرت نگار کو چاہیے کہ وہ واقعات سیرت کے بیان قرآنی حقائق کو ملحوظ رکھے اور آیات قرآنیہ کی من مانی تاویلات سے گریز کرے۔

(1) فاروق حمادۃ، الدکتور، مصادر السیرۃ النبویۃ و تقویمہا، ص:49

ii۔واقعات سیرت کے بیان میں مختلف قرآنی اسالیب سے آگاہی:

علم سیرت کا اوّلین اور بنیادی مقصد رسول اللہ کے احوالِ زندگی بیان کرنا ہے لٰہذا علم سیرت میں ایک خاص اسلوب (ترتیبِ زمانی کے ساتھ) رسول ﷺ کی ولادت مبارکہ سے وصال تک احوال اور متعلقاتِ سیرت کو بیان کیا جاتا ہے۔قرآن مجید سیرت طیبہ کا اوّلین مصدر ہے لیکن چونکہ بنیادی طور پر وہ کتابِ ہدایت ہے۔اس لیے معلوماتِ سیرت فراہم کرنے میں قرآن کا اسلوب، علم سیرت سے مختلف ہے۔قرآن نے حالات وضرورت کے مطابق واقعاتِ سیرت بیان کرنے میں متعدد اسالیب اپنائے ہیں۔جن سے ایک سیرت نگار کو آگاہ ہوناضروری ہے جو کہ درج ذیل ہیں:

- تاریخی اسلوب
- تقابلی اسلوب
- اعجازی اسلوب
- تہدیدی اسلوب
- رمزی واشاراتی اسلوب
- دعوتی اسلوب
- تصریحی اسلوب
- استدلالی اسلوب
- قصصی اسلوب

iii۔سیرت قرآنیہ میں اصولِ روایت ودرایت کا استعمال:

واقعاتِ سیرت کے بیان میں اصول روایت اور درایت کے استعمال کا جواز ہمیں قرآن مجید سے ملتا ہے۔اصول روایت جو راویوں کی اسناد کا ناقدانہ جائزہ ہے۔ اس کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے:﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا---﴾(1)

اس آیت میں مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ جب تمہیں کوئی خبر ملے تو اس کے قبول کرنے سے پہلے دیکھ لیا کرو کہ خبر لانے والا آدمی کیسا ہے اگر وہ عادی فاسق یعنی قابل اعتماد نہیں ہے تو اس کی خبر کو قبول کرنااور اس پر عمل کرنادرست نہیں۔

اس آیت سے اس اُصول کی نشاندہی ہوتی ہے کہ واقعاتِ سیرت کے بیان میں صرف ایسے شخص کی بات قابل قبول ہو گی۔جو ایمان، اخلاق وکردار کے لحاظ سے درست حیثیت کا حامل ہو۔یہ اُصول کتب تفاسیر، علوم القرآن، ناسخ ومنسوخ اور احکام القرآن کی کتب میں موجود روایات کے راویوں پر بھی لاگو ہو گا۔

---

(1) الحجرات:6/49

فن درایت جو متن کے ناقدانہ جائزے پر مشتمل ہے۔ قرآن نے اس ضمن میں بھی اصول متعین کر دیا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ پر تہمت کی خبر کو بلا تحقیق اور سوچے سمجھے بغیر ذکر کرنے پر اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿وَ لَوْ لَا اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَا اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا---﴾[1]

اس آیت کے تحت مولانا شبلی نعمانی نے اصولِ درایت کے بارے میں لکھا۔ عام اصول کی بناء پر اس خبر کی تحقیق کا یہ طریقہ تھا کہ پہلے راویوں کے نام دریافت کیے جاتے اور پھر اس بات کو دیکھا جاتا کہ وہ ثقہ ہیں یا نہیں پھر ان کی شہادت لی جاتی لیکن خدا نے اس آیت میں مسلمانوں کو واضح حکم دیا کہ تم نے سننے کے ساتھ ہی یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ یہ تو بہتان عظیم ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ ایسا واقعہ جو خلافِ قیاس ہو اسے قبول نہیں کیا جائے گا۔[2]

واقعات سیرت کا درایتی جائزہ بھی ضروری ہے۔ اس لیے اگر کوئی واقعہ سند کے لحاظ سے صحیح ہو مگر درایتاً ٹھیک نہ ہو تو اسے قبولیت حاصل نہیں ہو گی۔ درایت سے مراد محض عقل نہیں ہے بلکہ علم سیرت میں ایک طویل عمر کی محنت و مہارت کے بعد جو ملکہ حاصل ہوتا ہے۔ اسے درایت سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اس بات کی تائید عبد الرؤف داناپوری کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے ۔ درایت کے معنی عقل کے نہیں ہیں بلکہ علم اور تجربے کے بعد جو ملکہ حاصل ہوتا ہے اس کو درایت کہتے ہیں۔ محدثین کا نقطہ نظر یہ ہے کہ جس شخص کو رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ سے پوری طرح واقفیت حاصل ہو اور اس بارے میں جتنی روایات صحیحہ ہیں وہ ان کو جانتا ہو اور رسول اللہ ﷺ کے اقوال و حالات سے مکمل طور پر واقف ہو۔ ایسی صورت میں جو اسے معرفت اور بصیرت حاصل ہو گی۔ اسے درایت کہتے ہیں چنانچہ ایسے شخص کے سامنے جب کوئی ایسی حدیث آجائے۔ جس کی سند معلوم نہ ہو تو وہ اپنی معرفت و بصیرت کی بدولت پہچان لے گا یہ حدیث ہے یا نہیں۔[3]

قدیم مفسرین کی تفاسیر کے مطالعہ سے بھی یہ حقیقت عیاں ہوتی ہے کہ واقعاتِ سیرت کے بیان میں انھوں نے اصولِ درایت کو ملحوظ رکھا اور واقعہ سے متعلق ایسی روایات جن سے عظمت نبوی ﷺ پر حرف آئے ان کا رد کیا ہے جیسے ابو حیان

(1) النور:16/24

(2) شبلی نعمانی و سید سلیمان ندوی، سیرۃ النبی ﷺ، ص42-43

(3) عبد الرؤف داناپوری، مولانا، (1982ء)، اصح السیر، مجلس نشریات، کراچی، ص20

اندلسی نے حضرت زینب کے حضور ﷺ کے ساتھ نکاح کا واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا کہ بعض مفسرین نے ان آیات کی تفسیر میں ایسی باتیں لکھی ہیں جو شانِ رسالت کے منافی ہیں اس لیے ہم نے ان باتوں کو رد کر دیا۔[1]

اسی طرح امام قرطبیؒ نے اس آیت کے ضمن میں لکھا:

''اما ما روی ان النبیﷺ هوي زينب امراۃ زيد و رُبَّمَا اطلق بعض المجان لفظ عشق فهذا انما يصدر عن جاهل بعصمة النبيﷺ عن مثلا هذا او مستخف بحُرْمة۔''[2]

مذکورہ بالا بحث اس بات کی عکاسی کرتی ہے کہ واقعاتِ سیرت کو روایتاً و درایتاً دونوں طرح کی جرح کے بعد قبولیت و عدم قبولیت کا درجہ حاصل ہوتا ہے کیونکہ ممکن ہے متن میں کچھ الفاظ ایسے ہوں جو منصب نبوت ﷺ کے منافی ہوں۔

iv۔ دلائل و اعلام اور معجزات کے بیان میں اعتدال کو مدِ نظر رکھنا:

دلائل و اعلام اور معجزات کے عناوین پر تالیفات زمانہ قدیم سے لکھی جا رہی ہیں۔ ان تالیفات، کتابوں اور رسالوں کا مقصد یہ رہا ہے کہ آپ ﷺ کے منصبِ نبوت و رسالت کا اثبات روایات اور دلائل سے کیا جائے۔ کسی مصنف نے ان میں سے کسی ایک نوع کو اپنا موضوعِ بحث بنایا تو بعض مصنّفین کے ہاں یہ تمام انواع مشترکہ طور پر موضوعِ بحث رہی ہیں۔

امامان سیرت ابن اسحاق و ابن ہشام، واقدی، طبری وغیرہ نے ان سے متعلقہ کثیر تعداد میں روایات جمع کیں اور ان پر باقاعدہ فصول مرتب کیں جو کہ تالیفات کا اصل محرک بنیں۔ ابن سعد نے طبقات ابن سعد میں نبوت و بعثت سے قبل اور اعلان نبوت کے بعد، دلائل رسالت پر روایات و آثار جمع کر کے دو الگ الگ ابواب قائم کیے۔ محدثین کرام میں سے امام بخاری نے اپنی عظیم کتب حدیث میں اعلام و نبوت، قبل از بعثت اور بعد از بعثت کا طریقہ امامانِ سیرت سے حاصل کیا۔

معجزات جو دلائل و براہین کی ایک خاص نوع ہے۔ قرآن مجید نے انھیں آیات الٰہی قرار دیا ہے اور ان کا اظہار و اثبات خالص قدرت الٰہی کا ایک خاص اہتمام ہے۔ پیغمبران عظام اور ان کے سیّد و سردار خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ ان کے اظہار کا ایک ذریعہ ہوتے تھے۔ وہ اپنی مرضی و منشا یا کفار و مسلمین کی طلب و اصرار پر ان کو دکھانے یا لانے پر قادر نہ ہوتے تھے اور جب دکھاتے تو قدرت الٰہی سے دکھاتے تھے۔

---

(1) ابوحیان اندلسی، محمد بن یوسف، (1431ھ-2010ء)، بحر المحیط فی التفسیر القرآن، دار الفکر، بیروت، ج8، ص482

(2) قرطبی، محمد بن احمد، امام، (1384ھ-1964ء)، الجامع لاحکام القرآن، دار الکتب المصریۃ، قاہرہ، ج14، ص191

قدیم اقوام ہوں یا جدید نسلیں ان میں اساطیری، مابعد الطبیعاتی یا خرق عادت کی نشاند ہی اور ان کے اظہارات سے بڑا شغف ہوتا ہے۔ وہ ان میں غیر معمولی دلچسپی لیتے ہیں اور ان پر کتابیں و تالیفات مرتب کرنے اور ان کو مجالس و محافل میں بیان کرنے کا بڑا اہتمام کرتے ہیں اور حد سے نکل جاتے ہیں۔ اسی طرح کچھ لوگ ایسے بھی ہیں۔ جو ان معجزات کے بارے میں کہ نہ صرف شکوک و شبہات کا شکار ہوتے ہیں بلکہ صریحاً ان کے انکاری ہوتے ہیں۔ بلاشبہ معجزات و آیات، دلائل نبوت میں سے ہیں لیکن انبیاء کی نبوت و رسالت کا دائرہ محض معجزات کے ظہور پر منحصر نہیں ہے۔ اس لیے ایک سیرت نگار کے لیے ضروری ہے کہ ان میں اعتدال و توازن کو اپنائے کیونکہ دلائل و معجزات کا مقصد ایمان کی دولت سے مالامال کرنا اور ایمان کو تقویت دینا ہے۔

v۔ عہد رسالت کے تہذیبی و تمدنی حالات اور عقلی شعور کو بیان کرنا:

قرآن مجید نے آپ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مختلف واقعات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ عرب معاشرے کے مذہبی، سماجی اور اقتصادی حالات بھی پیش کیے ہیں تا کہ اس ملک کے باشندوں کے صحیح رجحانات، مزاج و افتاد طبع اور ان کے ذہن و نفسیات کو سمجھا جا سکے۔ سیرت نگاری میں عہدِ رسالت کے سماجی و تہذیبی حالات سے آگاہی کی اہمیت کو ابوالحسن ندوی نے اس طرح بیان کیا ہے۔ مطالعہ سیرت کے دوران بہت سے ایسے واقعات نظر سے گزرتے ہیں جن کو اس وقت سمجھا نہیں جا سکتا؛ جب تک عرب کی اجتماعی، اقتصادی، سیاسی اور جغرافیائی حالات سے سیرت نگار واقف نہ ہو لہٰذا سیرت نگار کے لیے ضروری ہے کہ آپ ﷺ کے عہد کے تہذیبی، تمدنی حالات اور عقلی شعور کو بیان کرنے کے لیے تمام وسائل کو بروئے کار لائے۔ (1)

درج بالا بیان کے تجزیے سے یہ امر واضح ہوتا ہے کہ سیرت کی بہتر اور عمدہ تفہیم کے لیے اس وقت کے ماحول کا مطالعہ بھی خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس لیے سیرت نگار کو چاہیے کہ سیرت طیبہ پر لکھتے وقت اس کے ماحول کو پیش کرے تا کہ اس امر کا اندازہ ہو سکے کہ اُس وقت کے تہذیب و تمدن سے عاری، خون ریزی، اخلاقی بگاڑ و فساد اور وحشیانہ افعال کے عادی فرد کو کس طرح اسلام اور پیغمبرِ اسلام نے امن و صلح، مودت و انسانیت، محبت و ہمدردی، ایثار و قرآنی اور مہذبانہ زندگی کے اطوار سکھائے۔

vi۔ محض عقل کی بنیاد پر سیرت نگاری سے گریز:

عصرِ حاضر میں کچھ سیرت نگاروں نے مسلمات کا انکار کرتے ہوئے محض عقل کی بنا پر سیرت قرآنیہ مرتب کی ہے جو کہ درست روش نہیں۔ ان عقلیت پسندوں اور مستشرقین کے طریقہ کار میں ایک بات مشترک نظر آتی ہے کہ وہ سیرت اور اسلامی

(1) ندوی، سیّد ابوالحسن، (س ن)، رسولِ رحمت ﷺ، دار الاشاعت، کراچی، ص 15-16

تاریخ کا مطالعہ عقلی غلو کے تناظر میں کرتے ہیں اور عقلیت پسند انداز میں سیرت کے واقعات کو سمجھنے اور ان کا تجزیہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور بہت سے ایسے واقعاتِ سیرت کا بھی انکار کر دیتے ہیں۔ جو نصوص سے اس طرح ثابت ہیں کہ ان کا انکار ممکن نہیں جیسے واقعہ معراج اور شقِ صدر وغیرہ۔

مسلم علماء کے علاوہ دیگر مذاہب کے علماء کے نزدیک بھی عقل کا دائرہ لامحدود نہیں بلکہ محدود ہے۔اس طرح محض عقل کی بنیاد پر واقعات سیرت کی تشریح کرنا درست نہیں۔ اصحابِ فن میں بھی اس کی بات معتبر ہو گی جو اس فن میں مستحض ہو۔ مستحض کی وضاحت کرتے ہوئے ابن قیم جوزی نے لکھا۔ یہ وہ شخص ہے جسے سنن صحیحہ کی کامل معرفت حاصل ہو اور وہ اس کے خون اور گوشت میں مخلوط ہو گئی ہو۔ اسے رسول اللہ ﷺ کے سنن و آثار، آپ ﷺ کی ہدایت اور امر و نہی، آپ ﷺ کی دعوت اور جس بات کی اُمت کو تعلیم دیتے تھے۔ ان امور کی معرفت میں ملکہ اور ایسا اختصاص پیدا ہو گیا ہو گویا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ملا ہوا ہے اور آپ ﷺ کے صحابہ میں موجود ہے۔ اس طرح کا شخص رسول اللہ ﷺ کے احوال، ہدایت کلام کے حوالے سے جس قدر درست خبر دے سکتا ہے کوئی دوسرا نہیں دے سکتا۔ [1]

vii۔ قرآن کو تاریخ اور سیرت کی کتاب سمجھنے سے گریز:

بیسویں صدی میں سیرت اور اسلامی تاریخ کے بارے میں ایک نیا نقطہ نظر، روسی اشتراکی انقلاب کے بعد منظرِ عام پر آیا۔ اس کے مطابق تاریخ کی جدلیاتی مادی تشریح کی گئی اور اسی تناظر میں سیرت کا مطالعہ کیا گیا۔ جو واقعاتِ تاریخ کی جدلیاتی تعبیر کے اُصولوں کے مطابق تھے۔ ان کو قبول کیا گیا اور باقی کو نظرانداز یا ردّ کر دیا گیا یا دور دراز کی تاویلوں سے مطلب براری کی گئی۔ [2]

سیرت کے واقعات اگرچہ تاریخ کے ایک خاص دور اور خاص جغرافیائی ماحول میں پیش آئے اور قرآن نے آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کے اکثر پہلوؤں کو کہیں مفصلاً تو کہیں اجمالاً، کہیں صریحاً تو کہیں اشارتاً بیان کیا ہے تاہم مستشرقین کی طرح ہم اس کو تاریخ کی کتاب نہیں کہہ سکتے۔ اس کی بنیادی وجہ ان میں فہم سیرت کے لیے بنیادی شرطوں کا فقدان ہے۔ سیرت طیبہ ﷺ اپنی جزئیات اور تفصیلات میں غیب و شہود کی یکجائی کے ساتھ اسلامی عقائد کی عملی ترجمانی ہے۔ اس نے پیغام الٰہی ہونے کی حیثیت

---

(1) ابن قیم جوزی، عبدالرحمٰن، امام، (1416ھ)، المنار المنیف فی الصحیح والضعیف، دارالعاصمہ، الریاض، ص196

(2) ثناءاللہ ندوی، ڈاکٹر، (2016ء)، علوم اسلامیہ اور مستشرقین، نشریات، لاہور، ص84

سے تحریف شدہ مسیحیت کی ساری راہیں مسدود کردی ہیں اوراس کی جگہ ایک سرمدی، متحرک اور کامل ترین نظام فکر و عمل پیش کیا ہے۔ یہی وہ حد فاضل ہے جس نے مستشرقین کو سیرت کے صحیح فہم سے محروم رکھا ہے اگرچہ انھوں نے منطقی تجزیہ، تحقیقی انداز اور غیر جانبداری برتنے کے دعوے کیے ہیں۔

قرآن کریم تاریخ یا سیرت کی کتاب نہیں بلکہ یہ کتابِ دستور اور ہدایت ہے اور اس میں مذکور واقعاتِ سیرت سے مقصود، احداث اور واقعات میں چھپی عبرتوں کی طرف توجہ مبذول کروانا ہے۔اس حقیقت کو ڈاکٹر ضیاء العمری نے اس انداز میں بیان کیا ہے۔قرآن نے آپ ﷺ کے دور کے بعض تاریخی واقعات بھی بیان کیے ہیں جیسے غزوہ بدر، خندق،اُحد اور حنین کے حالات وغیرہ۔ اسی طرح غزوات کے دوران جو تنگی، مصیبتیں اور ابتلاء آئیں ان کا بھی ذکر کیا ہے۔ قرآن نے حجاز کے یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان مادی اور فکری کشمکش کی بھی تصویر کشی ہے۔ قرآن میں انبیاء اور سابقہ اُمم کے بارے میں فراہم کردہ معلومات نے مسلمانوں میں تاریخی پہلو سے وسعت پیدا کی اور انھوں نے مختلف اقوام کے بارے تفصیلات قلم بند کیں لیکن ہمیں قرآن کریم سے تاریخی واقعات کی تفصیل کی توقع نہیں رکھنی چاہیے کیونکہ یہ تاریخ کی کتاب نہیں بلکہ دستورِ حیات اور کتابِ ہدایت ہے۔[(1)]

چنانچہ قرآن مجید سیرت طیبہ کا اوّلین ماخذ ہونے کے باوجود تاریخ یا سیرت کی کتاب نہیں ہے لہٰذا ایک سیرت نگار کو چاہیے کہ وہ قرآن سے تاریخ کی طرح واقعاتِ سیرت کی تفصیلات کی توقع نہ رکھے۔

۵۔قرآنی سیرت نگاری کے اُصولوں کا اطلاقی جائزہ:

عصرِ حاضر میں قرآنی سیرت نگاری کو باقاعدہ نوع اور رُجحان کی حیثیت حاصل ہے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اس پر کافی تحریری سرمایہ موجود ہونے کے باوجود کسی بھی تصنیف میں اس کے باقاعدہ اصول و ضوابط مقرر نہیں کیے گئے ہیں۔ اس تحقیقی مقالہ میں قدیم و جدید ادب سیرت، قرآنی ادب سیرت اور دیگر علوم کے تجزیاتی مطالعہ کی روشنی میں سیرتِ قرآنیہ کے اصول متعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ متعین کردہ اصولوں کی بناء پر معاصر قرآنی ادبِ سیرت کا جائزہ لیا جائے تو درج ذیل صورت حال واضح ہوتی ہے۔

(1) اکرم ضیاء العمری،الدکتور،السیرۃ النبویۃ الصحیحۃ،ص:48

1. ڈاکٹر محمد علی ہاشمی نے ''شخصية الرسول و دعوته فی القرآن'' میں الرسول واہل الکتاب میں سورۃ آل عمران کی آیت 81 ﴿وَ اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ---﴾ کے تحت لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں انبیاء کرام کے جس عہد کا ذکر کیا ہے۔ وہ آپ ﷺ کی بعثت پر ایمان لانے کا عہد ہے اور اس ضمن میں تفسیر ابن کثیر میں مذکور ابن عباس کا درج ذیل قول مابعث الله نبيا الا اخذ عليه الميثاق: لئَن بعث الله محمدا و هو حی ليومنن به و لينصرنه وامره ان ياخذ الميثاق على أُمته: لئن بُعِثَ محمد و هم احياء ليومنن به و لينصرنه نقل کیا ہے۔[1]

2. غزوہ بدر کے حالات بیان کرتے ہوئے مولانا اسجد قاسمی ندوی نے لکھا۔ جب کفار قریش متکبرانہ اکڑاتے ہوئے مقابلے پر آئے تو نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اے اللہ! تو اپنا وعدہ فتح جلد از جلد مکمل فرما اور اس ضمن میں تفسیر طبری میں مذکور درج ذیل واقعہ، جبرائیل کے کہنے کے مطابق آپ ﷺ نے مٹی یا کنکر یا ریت کی ایک مٹھی لے کر کفار کی فوج کی جانب پھینکی۔ اس کے ذرّے ہر مشرک کی آنکھوں میں جا کر گھس گئے اور پوری فوج میں بھگدڑ مچ گئی، سب بھاگ نکلے اور کفار کو شکست ہوئی، درج کیا ہے۔[2]

3. جہاں تک کتب احکام القرآن سے استفادے کا تعلق ہے۔ اس حوالے سے اگر قرآنی ادب سیرت کا مطالعہ کیا جائے تو یہ امر واضح ہوتا ہے۔ کسی کسی مصنف نے کہیں کہیں ان سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اس کی وضاحت کے لیے درج ذیل مثال بیان کی جاتی ہے۔ ڈاکٹر محمد علی ہاشمی نے اپنی کتاب ''**شخصية الرسول و دعوته فی القرآن**'' میں **الرسول والمومنون** میں آداب مجلس نبوی کی پابندی کرنے والوں کے اجر کے سلسلے میں سورۃ الحجرات کی آیت ۳ ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ---﴾ درج کی ہے اور اس آیت سے متعلقہ امام قرطبیؒ سے مروی درج ذیل تفسیر ''هذا دليل على أنهم لم ينهوا عن الجهار مطلقا، حتّى لا يسوغ لهم الا ان يكلموه بالهمس والمخافته، و انما نهوا عن جهر مخصوص مقيد بصفه أعني الجهر

(1) محمد علی ہاشمی، الدکتور، شخصیۃ الرسول و دعوتہ فی القرآن، ص: 161

(2) ندوی، اسجد قاسمی، مولانا، سیرت نبویہ قرآن مجید کے آئینے میں، ص: 82

المنعوت بمماثله ماقد اعتاده و منهم فيما بينهم، وهوالخلو من مراعاه أُبهه النبوة، وجلالة مقدارها وانحطاط سائر الرتب و إن جلت عن رتبتها'' نقل کی ہے۔[1]

4. سیرت قرآنیہ کے مصنّفین کی کُتب میں صحاح کے ابواب تفاسیر اور کتب حدیث سے استفادہ کی صورتیں بھی نظر آتی ہیں۔ جیسے ڈاکٹر محمد علی ہاشمی نے آپ ﷺ کے خلوص کے ساتھ عبادت کے ضمن میں حدیث مبارکہ ((قام النبي صلی الله عليه وآله وسلم حتی تورمت قدماه فَقِيْل له: غفرالله لك ماتقدم من ذنبك و ماتاخر قال: ((افلاتكون عبدا شكوراً؟)) نقل کی ہے۔[2]

5. قرآنی سیرت نگاری میں بعض مصنّفین نے اسباب نزول کی روایات سے بھی واقعات سیرت کے بیان میں مدد لی ہے جیسے محمد عزّۃ دروزہ نے صور لسلوك المسلمين مع النبي صلى الله عليه وسلم میں نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کے تعلقات اور آدابِ مجلس نبوی کے سلسلے میں سورۃ الحجرات آیات 1-3 درج کی ہیں اور اس ضمن میں اسباب نزول کی مختلف روایات درج کرنے کے بعد لکھا ہے۔ ''و مهما يكن من هذه الروايات و ما تحتمله من المناقشة فان ممالا شك فيه أَن الايات نزلت بمناسبة بعض وقائع اقتضت الحكمة الربانيه التنبيه علی مافيها من ماخذ و تاديب المسلمين فيها-''[3]

6. اگرچہ عصر حاضر کے نامور سیرت نگار ڈاکٹر فاروق حمادہ، ڈاکٹر عبدالرزق ہرماس، ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری وغیرہ نے کتب ناسخ و منسوخ کو سیرت قرآنیہ کی تدوین کے لیے ضروری قرار دیا ہے۔ تاہم معاصر قرآنی ادب سیرت کے جائزے میں اس کی کوئی واضح مثال نظر نہیں آئی۔ جہاں تک سیرت قرآنیہ میں بنیادی اُمور کی کو ملحوظ رکنے کا تعلق ہے تو جمہور سیرت نگاروں کے ہاں اس کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔ تاہم اہل قرآن اور منکرین حدیث کے ہاں ان امور کی پابندی کا خاطر خواہ اہتمام نہیں کیا گیا۔

---

(1) محمد علی ہاشمی، الدکتور، شخصیۃ الرسول ودعوتہ فی القرآن، ص:208

(2) ایضاً، ص:58

(3) محمد عزۃ دروزہ، (1948ء)، سیرۃ الرسول صور مقتبسۃ من القرآن الکریم، مطبعۃ الاستقامۃ، قاہرہ، ص:98

خلاصہ بحث:

عصرِ حاضر میں قرآنی سیرت نگاری ایک باقاعدہ نوع کی حیثیت رکھتی ہے۔ بیسویں صدی کے نصف اوّل میں قرآنی سیرت نگاری کا آغاز ہوااور آج یہ جدید منفرد اور الگ رُجحان کی صورت اختیار کر چکا ہے۔ متقدمین کی کتب سیرت میں ہم اس کی جھلک غزوات النبی ﷺ اور خصائص النبی ﷺ کے بیان میں آیاتِ قرآنی سے استدلال و استنباط کی صورت میں دیکھ سکتے ہیں۔ جدیدیت، استشراق، اشتراکیت کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کا علمی جواب دینا بھی اس رجحان کے فروغ کا باعث بنا۔ سیرت اور تاریخ کے مصادر میں موجود کمزور روایات کی وجہ سے شبہات جنم لیتے ہیں۔ اس لیے ایک طبقہ نے ان کا انکار کیا اور متبادل بیانیہ کے طور پر قرآنی سیرت نگاری پر توجہ دی۔

قرآن مجید کا مستند اور محفوظ ترین ماخذ سیرت ہونا، واقعات سیرت کی جانچ پڑتال کا ذریعہ، شخصیات سیرت اور اُن کے رموز کا بیان، تمام مراحل سیرت کے اہم واقعات کا احاطہ، واقعات سیرت کے بیان مین ایجاز واختصار اور عبرت کی طرف متوجہ کرنا۔ عرب معاشرے کے مذہبی، ثقافتی اور معاشرتی ماحول کی عکاسی، مضامین سیرت میں تاکید کا ذریعہ، تعارض واقعات سیرت کا حل اور سیرت رسول پر اعتراضات کا جواب جیسے چند اہم نکات ہیں جو اس کی اہمیت پر دال کرتے ہیں۔

قدیم وجدید ادب سیرت، قرآنی ادب سیرت، ادب تفسیر، ادب حدیث، ماہرین کی آراء اور دیگر علوم اسلامیہ کے تجزیاتی مطالعہ کی بناپر اس کے درج ذیل اصول متعین کیے جا سکتے ہیں۔ قرآن مجید کی تقدیم اور اس کی صحت پر قطعی یقین، آیاتِ سیرت کی وضاحت دیگر آیاتِ سیرت سے، کتب تفاسیر بالماثور کی طرف مراجعت، کتب علوم القرآن واحکام القرآن سے استفادہ کرنا، کتبِ حدیث کے ابوابِ تفسیر سے رہنمائی حاصل کرنا، کتبِ اسبابِ نزول کی طرف رجوع کرنا، کتبِ ناسخ ومنسوخ کی طرف مراجعت اور سیرت قرآنیہ میں بنیادی ضروریات کو ملحوظ رکھنا وغیرہ۔ مقالہ میں سیرت قرآنیہ کے لیے مقرر کیے گئے اصولوں کی بناء پر معاصر قرآنی ادب سیرت کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ سیرت قرآنیہ پر مشتمل ہر تصنیف میں قرآن کی تقدیم کا خیال رکھا گیا ہے۔ تفاسیر بالماثور اور دیگر تفاسیر، کتب احکام القرآن، کتبِ حدیث اور کتب حدیث کے ابواب تفاسیر اور اسبابِ نزول سے استفادہ کی صورتیں بھی نظر آتی ہیں جب کہ ناسخ ومنسوخ کی کتب سے استفادے کا التزام نہ ہونے کے برابر ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆